دینی مدارس

لیفٹیننٹ کرنل عبدالغفور

اگر آپ کو مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کی نور بھری شاموں میں کچھ لمحے بسر کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ عشاء کی نماز کے بعد جا بجا قاری حضرات تشریف فرما ہیں ۔ ان کے سامنے ہر عمر کے تلامذہ قرآن پاک کھولے ادب سے بیٹھے ہیں ۔ قاری صاحبان شاگردوں کی غلطی ہائے تلاوت درست کرا رہے ہیں ۔ اور انہیں صحیح تلاوت کے طریقے کچھ اس انداز سے سکھا رہے ہیں کہ قرآنی الفاظ کا جلال و جمال ہر سننے والے کے دل کو پگھلائے دیتا ہے ۔ بیرونی ممالک سے آئے ہوئے زائرین و حجاج بھی ٹیپ ریکارڈر لئے حاضر ہیں اور ان نورانی لمحات کو ناقابل فراموش بنائے رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔

پاکستان میں اس عظیم فریضہ کی سر انجام دہی دینی مدارس کا مقسوم ہوئی ۔ وہی دینی مدارس جن کے بارےمیں مختلف آراء کا اظہار کیا جاتا رہا ہے جس طرح ان سے فارغ التحصیل ہونے والوں کے بارے میں ۔ لیکن خدا لگتی بات یہ ہے کہ اپنی تمام تر خامیوں کے باوجود جن کا بڑا سبب سرپرستی کا فقدان کہا جا سکتا ہے دینی مدارس کٹھن سے کٹھن حالا ت میں بھی اشاعت دین کا سلسلہ جاری رکھنے میں کامیاب رہے ہیں ۔ ان میں سے زیادہ تر کو پرشکوہ عمارتیں میسر نہیں۔ وہاں موسمی اثرات سے بے نیاز کمرے بھی نہیں، وہاں آسائش گیتی نام کی کوئی چیز موجود نہیں ۔ ان میں تعلیم پانے والے کہیں کہیں اس ترقی یافتہ دور میں بھی سرسوں کے تیل کے دئے کی ٹمٹاتی

لوگ سہارے مصروف مطالعہ ہوں گے۔ اور ان میں ایک خاصی تعداد شاید پیٹ بھر کر کھانا بھی نہ کھاتی ہو۔ ان کو سادہ سے لباس کے سوا کچھ بھی میسر نہیں۔ ان کی وضع قطع سے مسکنت ٹپکے پڑتی ہے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت کے زوال سے لے کر استقلال پاکستان تک یہی لوگ قریہ قریہ بستی بستی اسلام کا پیغام لے کر پھرتے رہے ہیں۔ ایک طرف ان میں سے میدان سیاست کے شہسوار پیدا ہوئے۔ دوسری طرف قلم و زبان کے بادشاہ۔ یہی نہیں بلکہ انہی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والوں نے وقت آنے پر میدان جہاد میں بھی ایسی شجاعت دکھائی کہ دشمن بھی داد دینے پر مجبور ہو گئے۔ ان کی تقاریر میں ایک طرف دریاؤں کی روانی تھی تو دوسری طرف تلوار کی سی کاٹ۔ ان کی تحریریں جہاں علم و دانش کا بیش قیمت ذخیرہ خیال کی گئیں وہاں حکمت و دانائی کا سرمایہ بھی قرار پائیں۔ ان میں بوریہ نشین درویشوں کی بھی کمی نہیں جو ہر طرح کی شہرت و نام آوری سے بے نیاز نہایت خاموشی سے قلب و نگاہ کو مسلمان بنانے کے لئے سرگرم عمل رہے۔ اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان مدارس میں تعلیم پانے والوں میں وہ سج دھج نہیں جو آج تہذیب حاضر کا تحفہ سمجھی جاتی ہے۔ اور ان کے ذہن ان معلومات سے بھی خالی ہوں گے جو آج کی تعلیم کا حاصل خیال کی جاتی ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی ایک معتدبہ تعداد کے بارے میں علامہ اقبال کا یہ شعر صادق آتا ہو۔

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام

لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر شہر، ہر قصبہ، ہر قریہ ہر گاؤں اور ہر بستی میں پانچ وقت توحید الٰہی اور رسالت سردار دو عالم کا

جو اعلان ہوتا ہے، اور دور افتادہ دیہات سے لے کر بڑے بڑے شہروں تک کے سکین مسلمانوں کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت کی جو جوت جاگ رہی ہے، وہ انہی ''کمزور و ناتوان و کوتاہ علم،، لوگوں کی بدولت ہے۔

دینی مدارس کی جملہ خامیوں کا حقیقی سبب جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں سرپرستی کا فقدان رہا ہے۔ جب تک یہ مدارس موزوں سرپرستی میں رہے اس وقت تک ان کو اور ان کے علمی کارناموں کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا۔ خالص علمی امور سے قطع نظر اس وقت ان کا عام ماحول بھی آج کے اچھے اسکولوں اور کالجوں کے لئے موجب رشک ثابت ہو سکتا تھا۔ لیکن سر پرستی سے محروم ہوتے ہی ان کی قدر و قیمت گری اور گرتی ہی چلی گئی۔ اور پھر ان کی مثال ایسی ہی ہوگئی جیسے کوئی تیموری شہزادہ چہرہ پر اڑی رنگت لئے اور پیوند لگے کپڑے پہنے شوکت رفتہ کی داستان عبرت کہہ رہا ہو۔

جناب چیف آف آرمی اسٹاف و چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق بالقابہ نے کچھ عرصے پیشتر دینی مدارس کو حکومت کی سر پرستی کا جو مژدہ سنایا تھا اس کے بعد صورت حال یکسر تبدیل ہو گئی ہے۔ اب محسوس ہوتا ہے کہ

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
اس قدر ہوگی ترنم آفریں باد بہار
نگہت خوابیدہ غنچے کی نوا ہوجائے گی

دینی مدارس کے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ

دینی مدارس اپنی کوتاھیوں اور خامیوں کا جائزہ لیں ۔ اور ان کا ازالہ کرکے اپنی تعمیر نو اس طرح کریں کہ قوم و ملت کی امنگوں کو سہارا دینے کے قابل ہو جائیں ۔ درج ذیل سطور میں چند ایک نکات مشورہ کے طور پر عرض کئے جا رہے ھیں جو مضمون نگار کے ذاتی خیالات و احساسات ھیں ۔ اگر دینی مدارس کو یہ مشورے یا ان کا کچھ حصہ قبول ہو سکے تو یہ ہمارے لئے اخروی سعادت کا موجب ہوگا ۔

خامیاں :

دینی مدارس کی جو خامیاں بار بار موضوع گفتگو بنتی ھیں ان کو مختصرا یوں شمار کیا جا سکتا ھے ۔

ا ۔ ناقص ماحول

ب ۔ غیر منظم تدریس

ج ۔ موثر تربیت کا فقدان

د ۔ محدود مقصدیت

ہ ۔ قدیم نصاب تعلیم

طوالت سے بچنے کے لئے ان خامیوں کی جزئی تفصیل میں جانے کی بجائے ہم صرف تعمیری مشورے پیش کرنے پر اکتفا کریں گے ۔

ماحول :

ایک عام دینی مدرسہ کا تصور کریں تو ایک ایسا عمارتی بلاک آنکھوں کے سامنے آتا ھے جس میں ایک مسجد واقع ھے۔ اس کے ساتھ چند ایک چھوٹے بڑے کمرے ھیں جن میں تدریس کا انتظام کیا گیا ھے ۔ چند ایک کمرے طلبہ کی اقامت گاہ کے طور پر کام آتے ھیں جن کے ساتھ مطبخ بھی شامل

ہوتا ہے ۔ بہت خوشحال مدارس اپنے ملازمین کی اقامت کے لئے چھوٹے چھوٹے گھر بھی تعمیر کروا لیتے ہیں ۔ لیکن زیادہ تر مدارس اس سہولت سے محروم ہیں ۔ چونکہ عمارتی بلاک کی تعمیر ضرورت اور وسائل کے پیش نظر تدریجاً پایۂ تکمیل تک پہنچتی ہے اس لئے اس میں ترتیب و نظم کا فقدان نمایاں طور پر نظر آتا ہے ۔ اس دور میں دنیوی تعلیم کی اقامتی درسگاہوں کے اندر جس قسم کا ماحول دیکھنے میں آتا ہے، مماثلت کے دو ایک پہلوؤں کے استثناء کے ساتھ دینی مدارس میں بالعموم وہ ماحول دکھائی نہیں دیتا ۔ ماحول کو بہتر بنانے اور اسے جدید عہد کی اقامتی درسگاہوں کے برابر لانے کے لئے حسب ذیل اقدامات تجویز کئے جا سکتے ہیں ۔

ا ۔ چھوٹے چھوٹے بہت سے مدرسے تعمیر کرنے کی بجائے ہر شہر میں چند بڑے مدرسوں کی تعمیر کی جائے ۔

ب ۔ مدرسہ کے قیام اور تعمیر سے پہلے وقتی اور مستقبل کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے ایک جامع منصوبہ تیار کیا جائے ۔ اس کے مطابق نقشہ بنوایا جائے ۔ اس کے مطابق تعمیر کے مرحلے مکمل کئے جائیں ۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ منصوبہ کا مرکز بہر حال مسجد ہی رہے ۔

ج ۔ بڑے بڑے اقامتی کمرے بنوانے کی بجائے ایسے چھوٹے کمرے زیادہ تعداد میں بنوائے جائیں جن میں چار سے آٹھ طلبہ تک اقامت اختیار کر سکیں ۔

د ۔ ہر کمرے میں روشنی اور تازہ ہوا کا معقول انتظام ہونا چاہئیے ۔ گرمیوں کے لئے ہر کمرے میں پنکھے بھی مہیا ہونے چاہئیں ۔

سردیوں میں کمروں کو مناسب حد تک گرم رکھنے کا بندوبست بھی ہونا چاھئیے۔

ہ۔ مطبخ اور کھانے کا کمرہ ایک طرف تعمیر کئے جائیں۔ مطبخ میں صفائی ستھرائی کی دیکھ بھال ہونی چاھئیے۔

و۔ طلبہ کو کھانا تین وقت ضرور ملنا چاھئیے۔ یعنی ناشتہ، ظہرانہ اور عشائیہ۔ اور طلبہ کی عزت نفس کو برقرار رکھنے کے لئے انہیں مطبخ کا پکا ہوا کھانا ہی کھلانا چاھئیے۔

ز۔ طلبہ کی جسمانی صحت کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک قابل ڈاکٹر کی خدمات حاصل کر لینا چاھئیں جو ہر مہینہ ہر طالب علم کا طبی معائنہ کرتا رہے۔

ح۔ جسمانی صحت کے ضمن میں ورزش کی اہمیت نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ اگر مدرسہ کی ملکیت میں اپنا کوئی میدان ہو تو اس میں طلبہ کی ورزش کا انتظام ہونا چاھئیے۔
اگر کسی مدرسے کے پاس اپنا میدان نہ ہو تو ہمسایہ اسکولوں سے اجازت لے کر ورزش کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو تیز قدم سے ڈیڑھ دو میل کی سیر ہی کرائی جا سکتی ہے۔ فرصت کے ان لمحات کو فوجی تربیت کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے جیسے این سی سی کے سلیبس کے مطابق منظم کیا گیا ہو۔

ط۔ رات کے وقت مطالعہ کی اہمیت ان مدارس میں بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ بعض کتابوں کے اسباق کافی دقیق ہوتے ہیں۔ اور طالب علم کی اپنی کوشش کے بغیر ان مقامات سے کامیابی کے ساتھ نہیں گزرا جا سکتا۔ اس بنا پر طلبہ کی اقامتی جگہ میں روشنی کا

مناسب انتظام ہونا چاہئیے۔

ی۔ طلبہ کی اقامت کے لئے استعمال ہونے والے کمرے اس طرح تعمیر کئے جائیں کہ ان میں کافی کھڑکیاں ہوں۔

ک۔ مدرسہ کے اقامتی بلاک کے اردگرد بلند دیوار، یا خار دار تار یا ایسی ہی کوئی رکاوٹ تعمیر ہونی چاہئے۔ تاکہ بغیر اجازت اور بے وقت آمد و رفت کو روکا جا سکے۔ جو مدارس شہروں کی دلکش تفریح گاہوں سے دور ہیں ان میں اس کی ضرورت کم ہوگی اگرچہ اس کا وجود نظم و نسق بہتر رکھنے کے لئے مستحسن ہوگا۔

ل۔ طلبہ کا لباس صاف اور ستھرا اور باوقار ہونا چاہئیے۔ ان میں عزت نفس اور متانت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ملک کے عام پبلک اسکولوں کی طرح ان کی ایک یونیفارم ہو۔ جس کے لئے کوئی سا باوقار لباس تجویز کیا جا سکتا ہے۔ طلبہ کو اپنے مدرسے کی یونیفارم پہننے کی پابندی کرنی چاہئے۔ تاکہ دور سے ہر مدرسہ کے طالب علم کو پہچانا جا سکے۔

م۔ طلبہ کی اقامت گاہ کے ہر بلاک کو کسی امام، کسی بڑے عالم، کسی بزرگ یا کسی قومی لیڈر کے نام سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ طلبہ اپنے آپ کو اسی شخصیت کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کریں۔

ن۔ اگر ایسے کئی بلاک ہوں تو ان میں باہم ورنہ ایک ہی بلاک کے کئی کمروں میں مقیم طلبہ کے درمیان صحت مند مقابلہ کی روایت ڈالی جا سکتی ہے۔

س۔ طلبه کو اقامتی کمرے دینے کے وقت ان کی ذهنی اور جسمانی نشو و نما بلکه عمر کو مدنظر رکھنا چاهئے۔

ع۔ هر اقامتی بلاک میں ایک کمره عمومی نشستگاه کے طور پر بھی استعمال هونا چاهئے۔ جس میں اگر کرسیاں، صوفے وغیره لگ جائیں تو بهتر هے۔ ورنه زمین پر بھی صاف ستھری دری یا غالیچه وغیره بچھا کر بیٹھنے کا انتظام کیا جا سکتا هے۔ اس کمره میں اخبارات اور علمی رسائل کے علاوه جدید موضوعات پر نئی تصانیف کا خاطر خواه انتظام هو تاکه طلبه فاضل وقت میں ان کا مطالعه کر سکیں۔

ف۔ اپنے هاتھ سے اپنا کام کرنے کا رجحان پیدا کرنے کے لئے طلبه کو اپنے کپڑے خود دھونے اور ان کو استری کرکے رکھنے کی ترغیب دینی چاهیئے۔ اس مقصد کے لئے ضروری سهولتیں اقامتگاه میں مهیا هونی چاهئیں۔

ق۔ اقامت گاه کے نگراں کا کمره یا رهائشی کوارٹر طلبه کی اقامت گاه کے ساتھ هونا چاهیئے۔ تاکه وه نگرانی کا فریضه سوثر طریقه سے سر انجام دے سکے۔

تدریس:

ابھی تک هم نے جن امور کی طرف توجه دلائی هے وه ایک ڈھانچه یا خاکه کی حیثیت رکھتے هیں۔ ان میں حقیقی رنگ پیدا کرنے کے لئے یا دوسرے لفظوں میں طلبه کی شخصیت و کردار کی تعمیر کے لئے ''تدریس،، کو بلا شبهه بنیادی عنصر کی حیثیت حاصل هے۔ همارے زیاده تر دینی مدارس میں تدریس کا فرض جس طرح سر انجام دیا جا رها هے اس میں اگرچه کافی حد تک باقاعدگی پائی جاتی هے لیکن اسے ''سوثر تدریس،، کا نام نهیں دیا جا سکتا۔ یهی وجه هے که دینی

مدارس سے فارغ التحصیل افراد کی ایک بڑی تعداد علم کے اس مقام پر نہیں پہنچ پاتی جو ان مدارس کا نصب العین رہا ہے۔ ہمارے خیال میں اس کی وجوہ درج ذیل ہیں ۔

ا ۔ طلبہ میں علمی لگن کا فقدان ۔

ب ۔ مدارس تبدیل کرتے رہنے کا رجحان ۔

ج ۔ اساتذہ میں شفقت کا فقدان ۔

د ۔ تدریسی نظام کی خامیاں ۔

تدریسی نظام کی مذکورہ بالا خامیوں کو ان طریقوں سے دور کیا جا سکتا ہے ۔

ا ۔ مدرسہ میں داخل ہونے والے ہر طالب علم کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جائے۔ اس کی باقاعدہ حاضری لی جائے ۔ اس سلسلہ میں ثانوی مدارس کے بجائے کالجوں کا طریقہ اپنایا جائے ۔ یعنی بجائے ایک دفعہ حاضری کے ہر پیریڈ میں ہر مدرس حاضری لے۔ تا کہ اسے معلوم ہو کونسا طالب علم جماعت سے غیر حاضر رہتا ہے اور کونسا حاضری کا پابند ہے ۔

ب ۔ جن طلبہ کی حاضریاں کسی مضمون کی کلاس میں بھی ۷۰ فیصد سے کم ہوں ان کو سالانہ امتحان میں بیٹھنے کی اجازت نہ دی جائے ۔

ج ۔ مقامی طور پر مدرسہ تبدیل کرنے کے لئے تعلیمی سال کے پہلے پندرہ دنوں میں اجازت ہونی چاہئے ۔ ہاں ایک شہر سے دوسرے

شہر میں جانے کی اجازت ہو۔ لیکن یہ تبدیلی باقاعدہ اجازت نامے کے ذریعے سے ہونی چاہئے ۔ اجازت نامے میں طالب علم کے متعلق جملہ ضروری کوائف درج ہونے چاہئیں۔ جیسا کہ دنیوی تعلیم کے مدارس میں مروج ہے ۔ اس اجازت نامے کے بغیر کوئی مدرسہ کسی طالب علم کو اپنے ہاں داخلہ نہ دے۔

د۔ ایک سال کی مجوزہ تدریس کو چار حصوں میں تقسیم کرکے ہر سہ ماہی کے لئے نصاب ترتیب دیا جائے۔ اور اساتذہ اس نصاب کی تکمیل کے پابند ہوں۔

ہ۔ یومیہ تدریس کو ایک ایک گھنٹہ کے پیریڈز میں تقسیم کر دیا جائے۔ جس میں پچاس منٹ خالص تدریس کے اور ۱۰ منٹ کا وقفہ جماعت تبدیل کرنے یا ضروریات سے فارغ ہونے کے لئے مخصوص ہو۔

و۔ تدریسی معیار کے قائم رکھنے کے لئے مدارس کی انفرادی سطح پر یا کسی اجتماعی سطح پر سالانہ امتحانات کا سسٹم جاری کیا جائے۔ اس کی عملی اور آسان صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ایک مکتب فکر کے تمام مدارس اپنا ایک بورڈ تشکیل دے لیں۔ یہ بورڈ سالانہ امتحانات کے انعقاد، نتائج کے اعلان اور اسناد کی تقسیم کا کام کرے۔ لیکن اسناد کے مختلف مدارج اور ان کا باھمی معیار ایسے تمام بورڈ مل کر طے کر لیں تاکہ کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔ اور ایک بورڈ کی اسناد دوسرے بورڈ کے لئے قابل قبول ہوں۔ بلکہ انھیں ملک کے ثانوی بورڈ اور یونیورسٹیاں بھی تسلیم کریں۔

ز۔ مختلف مضامین کے پرچے ماہرین سے بنوائے جائیں اور یہی ماہرین طلبہ کی امتحانی کاپیوں کو جانچیں۔ اور نتائج کی ترتیب کے لئے بورڈ کو ارسال کریں۔

ح۔ ہر سہ ماہی کے اختتام پر ایک ہفتہ کی تعطیلات ہونی چاہئیں۔ یہ تعطیلات اساتذہ کی نگرانی میں منظم طور پر تبلیغی، عملی، یا تفریحی سفر میں گذاری جا سکتی ہیں۔ یا ان میں اساتذہ و طلبہ اپنے ضروری کام کاج مکمل کر سکتے ہیں۔

ط۔ تدریس کو دلچسپ بنانے کے لئے نقشوں، چارٹوں یا ماڈلوں وغیرہ سے مدد لی جائے۔ اور جدید طریقہ تعلیم کے مطابق طلبہ کو عملی مشقیں دے کر بھی تدریس کا فرض پورا کیا جا سکتا ہے۔

ی۔ تدریسی عمل میں تحریر کی اہمیت کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اور طلبہ کو لکھنے کی زیادہ سے زیادہ مشق کرانی چاہئے۔

ک۔ سائنسی علوم یا صنعت و حرفت کے مضامین کا ایک جزو اعظم عملی مشق ہوتا ہے۔ اگر مدرسہ میں اس کا انتظام نہ ہو تو شہر یا قصبہ میں واقع دوسرے اسکولوں سے رابطہ قائم کرکے اس مشکل کو حل کیا جا سکتا ہے۔

مدارس کی تنظیم :

مدارس کی موجودہ تنظیم ایک روایت کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اسے ایک تاریخی میراث کا نام بھی دیا جا سکتا ہے اسلئے اس میں زیادہ رد و بدل کی گنجائش نہیں ہوگی۔ لیکن مدارس کو فعال بنانے کی خاطر ان کی تنظیم کو مزید وسعت دی جا سکتی ہے۔ جس کا مجمل سا خاکہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

ا۔ ہر مدرسہ کا ایک مرکزی حصہ ہو۔ اور بہت سے الحاقی اجزاء۔

ب۔ الحاقی اجزاء مندرجہ ذیل پر مشتمل ہوں۔

(۱) چھوٹے چھوٹے مدارس جہاں تمام مضامین کی تعلیم کا انتظام نہ ہو سکتا ہو۔

(۲) محلوں کی مسجدیں جہاں بالکل ابتدائی تعلیم کا بندوبست ہو۔

ج۔ مرکزی حصہ میں تمام بڑے مضامین کی تدریس کا انتظام کیا جائے۔ یہ حصہ اپنے الحاقی اجزاء کا حساب کتاب رکھنے کا بھی ذمہ دار ہو۔ اور وقتاً فوقتاً الحاقی اجزاء کا معائنہ کرکے تعلیم و تدریس کا یکساں معیار قائم رکھنے کا ضامن بھی ہو۔

د۔ ایک مکتب فکر کے تمام مرکزی مدرسے ایک بورڈ سے ملحق کر دئے جائیں۔

ہ۔ مختلف مکاتب فکر کے مجوزہ بورڈوں کے نمائندوں پر مشتمل ایک عظیم تر بورڈ تشکیل دیا جائے جو دینی مدارس کے مسائل کا حل تلاش کرتا رہے۔ اور جسے ایک گونہ قومی بورڈ کی حیثیت حاصل ہو۔

و۔ مدارس کی آمدنی کا ذریعہ حسب سابق مخیر حضرات کی امداد وغیرہ ہو۔ جس میں حکومت کی طرف سے عطا کردہ گرانٹ کا اضافہ کر لیا جائے۔

ز۔ مدارس کا تمام سرمایہ بنکوں میں بلا سود کے حسابات میں رکھا جائے۔ تاکہ سرمائے کی حفاظت ہو اور حساب کتاب میں باقاعدگی قائم رہے۔

تربیت:

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

یہ شعر اگرچہ ہر طرح کے علم پر صادق آتا ہے۔ لیکن اس کا صحیح سصداق دینی علم ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس علم کے حصول میں اگر للّہیت خلوص، نیک نیتی، خدمت دین اور حرمت شعائر اللہ وغیرہ کے جذبوں کا فقدان ہو تو اس علم سے فائدہ کی بجائے نقصان کا احتمال زیادہ ہوتا ہے۔ بلکہ اس کے نتیجہ میں معاشرہ کو لخت لخت ہوتے، فتنوں کو ابھرتے اور خلق خدا میں فساد کو رونما ہوتے دیکھا گیا ہے۔ اس لئے تدریس علم دین کے ساتھ طلبہ کی تربیت پر خاص توجہ دینے کی ضرورت رہتی ہے۔ یہ تربیت ان حصوں پر مشتمل ہو سکتی ہے۔

ا۔ جسمانی تربیت
ب۔ ذہنی تربیت
ج۔ اخلاقی تربیت
د۔ روحانی تربیت
ہ۔ آداب و عادات

جہاں تک جسمانی تربیت کا تعلق ہے ہم ماحول کے ضمن میں اس پر ایک حد تک بحث کر چکے ہیں زیر نظر عنوان کے تحت ہم جس تربیت کا ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ زیادہ تر ذہنی، اخلاقی اور روحانی تربیت ہے۔

ذہنی تربیت :

ذہنی تربیت کے لئے سب سے زیادہ موثر اقدام مقصد کا تعین ہے۔

یعنی طالب علم کو احساس دلایا جائے کہ وہ دین کا علم کس مقصد کے لئے حاصل کر رہا ہے۔ اس سے مقصود روزی کمانا ہے، عہدے حاصل کرنا ہے یا سیاست میں بطور زینہ استعمال کرنا ہے۔ یا اس سے مقصود رضائے الٰہی کی جستجو اور دین اسلام کی پابندی اور تبلیغ و اشاعت ہے۔ ظاہر ہے نیت کے تعین کے ساتھ ساتھ سوچ کا زاویہ خود بخود درست ہونا شروع ہو جائے گا۔

مقصد کا تعین کرتے ہی طالب علم کی سر گرمیوں کا رخ بھی بدل جائے گا۔ جب مقصود صرف اللہ کو راضی کرنا ہوگا تو تعصب، جدل، فضول بحث، بے کار مناظرے، الزام تراشیاں، غیر مفید تالیف و تصنیف وغیرہ سب ہی کچھ متروک ہو جائے گا۔ اور ان کی جگہ خلوص، محبت، پیار، انصاف، تواضع وغیرہ کو اپنانے کا رجحان پیدا ہوگا۔ غرض اس کے ہر اقدام میں ''اللہ اور اس کے رسول'' کی رضا حاصل کرنے کا جذبہ کارفرما نظر آئے گا۔

اخلاقی تربیت :

اخلاقی تربیت یا تعمیر کردار خاصا دشوار، صبر آزما، اور دیر طلب کام ہے، اس کا آغاز تو درحقیقت ماں کی آغوش ہی سے ہوجاتاہے۔ اور عمر کے بڑھنے کےساتھ ساتھ دوسرے عوامل اس میں رنگ و بو پیدا کر دیتے ہیں۔ لیکن اس سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ اساتذہ و مدارس اپنے طلبہ کی اخلاقی تربیت میں بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ چونکہ دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کو دوسروں کے لئے نمونہ کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ ان کی اخلاقی تربیت کا معیار بھی انتہائی اعلی ہو۔

روحانی تربیت :

روحانی تربیت اخلاقی تربیت کا ہی نقطہ کمال سمجھا جاتا ہے۔ اسی

وجہ سے اسلاف اس ضمن میں خاصا اهتمام فرماتے تھے۔ اس کا طریقه یه تھا که طلبه مدرسه کے کسی صاحب ارشاد و سلوک بزرگ کے حلقه ارادت میں شامل هو جاتے جو ان کو اذکار کی تلقین کے ذریعه روحانی تربیت کا آغاز کر دیتے تھے۔ یه طریقه صرف منتهی طلبه بلکه فارغ التحصیل هونے والوں کے لئے اختیار کیا جاتا تھا۔ کیونکه دوران تعلیم طلبه کا اصلی کام حصول تعلیم هی خیال کیا جاتا۔ اور انهیں کسی دوسری طرف متوجه کرنے کی حوصله شکنی کی جاتی تھی۔ یه دنیا ابھی اهل دل سے خالی نهیں هوئی۔ اس لئے دینی مدارس کے طلبه اگر اختتام تعلیم کے قریب اسی طریقه اسلاف پر عمل کرنا مناسب خیال کریں تو ان کے لئے بهت سے روحانی فوائد کے دروازے کھل سکتے هیں۔ کیونکه اس کے بغیر ''فکر رازی،، تو پیدا هو سکتا ھے۔ لیکن ''آه سحر گاهی،، میں تاثیر پیدا نهیں هوتی۔ اگر درویشی کو ''بوئے اسد اللهی،، سے معطر کرنا منظور هو اور اگر خدمت دین کو ره و رسم شبیری کے هم آهنگ رکھنا مقصود هو تو اس راه پر دو چار قدم چلنا ناگزیر سا لگتا ھے۔

آداب و عادات :

اس ضمن میں سرور کائنات صلی الله علیه وسلم کے اخلاق و عادات کا مطالعه سب سے زیاده مفید ھے۔ دوسرے درجه پر کتب اخلاق سے بھی استفاده کیا جا سکتا ھے۔ لیکن انتهائی اهم اقدام یه ھے که عملاً اور به تکرار اچھی عادات کو اپنانے کی یاد دهانی کرائی جائے۔ حتی که آداب و عادات طالب علم کی فطرت ثانیه بن کر ره جائیں۔ اس حد تک که وه ارادةً بھی ان سے هٹنے کی کوشش کرے تو ایسا نه کر سکے۔

محدود مقصدیت :

کسی بھی کوشش یا سر گرمی یا عمل کا مقصد اگر محدود هو جائے تو

وہ قوت سے خالی اور تاثیر سے عاری ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت بالکل واضح ہے۔ ہمارے ہاں کے اکثر دینی مدارس میں جو سلسلہ تعلیم و تعلم جاری ہے وہ اپنی جگہ مستحسن ہونے کے باوصف ''محدود مقصدیت،، کی شکایت کا سبب بھی بنا ہے۔ اگرچہ دنیوی تعلیم کا نظام بھی کچھ ایسا نہیں جو اس الزام سے بری ہو۔ لیکن دینی مدارس پر یہ بات کچھ زیادہ ہی چسپاں ہو کر رہ گئی ہے۔ اس لئے ضروری ہوگیا ہے کہ دینی مدارس اپنی سرگرمیوں پر نظر ثانی کریں۔ اور اپنے یہاں کی تعلیم کا مقصد از سر نو مرتب کریں۔ کیونکہ تعلیم کا تعلق تو زندگی سے ہے۔ زندگی جتنی رنگا رنگ ہے اسی قدر تعلیم کو بھی ہمہ پہلو اور ہمہ جہت کامل ہونا چاہئے۔ خاص طور سے وہ تعلیم جو دنیا کی زندگی کے ساتھ ساتھ آخرت کا تصور بھی دلاتی ہو اس کی افادیت کا دائرہ صرف زندگی ہی میں نہیں بلکہ موت کے بعد تک پر حاوی ہونا چاہئے۔ اس لحاظ سے دینی مدارس کی تعلیم اتنی جامع ہونی چاہئے کہ دنیا اور آخرت کے ساتھ تعلق رکھنے والے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرے۔

نصاب تعلیم :

موضوع زیر بحث کا ایک اہم پہلو نصاب تعلیم ہے۔ اس پہلو کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو بحث بہت طویل ہوجائے گی جس کے لئے اس مضمون میں گنجائش نہیں نکل سکتی ہے۔ اس لئے بعض اصولی باتوں کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس امر سے کسی شخص کو اختلاف نہیں ہو سکتا کہ دینی مدارس کو اپنے نصاب تعلیم میں عربی اور اسلامی علوم کو بہت زیادہ اہمیت دینی چاہئے اس لئے کہ یہ ان کا ما بہ الامتیاز ہیں۔ درس و تدریس کے مختلف مرحلوں میں ایسی کتابیں تجویز کی جائیں کہ جب طالب علم فارغ التحصیل ہو کر

نکلے تو اس کے اندر دینی مسائل پر عالمانہ بصیرت پیدا ہو چکی ہو اور آگے چل کر وہ اجتہادی قوت کا مالک بن جائے ۔ نصابی کتب کی تجویز میں روایتی انداز کو ترک کرکے محض عملی افادیت کے پہلو کو مد نظر رکھا جائے ۔ تاکہ طالب علم غیر ضروری اور غیر مفید کتابوں کے پڑھنے میں اپنا وقت ضائع نہ کرے ۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ قرآن و حدیث کو اساس کا درجہ دیا جائے کہ یہی ہمارے علوم کا سرچشمہ ہیں ۔ ان کے بعد صرف ایسی کتابیں تجویز کی جائیں جو ان کے سمجھنے میں معاون ثابت ہو سکیں ۔ یا ایسی کتابیں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ ہمارے اسلاف نے قرآن و حدیث کو سمجھنے اور ان سے احکام و مسائل کے استخراج و استنباط میں کیا طریقہ اختیار کیا ۔

دینی مدارس کو اپنے نصاب تعلیم پر نظر ثانی کے علاوہ اس میں تقاضائے عصر کے مطابق بعض اضافے بھی کرنے چاہئیں ۔ جدید علوم جو مغرب میں پروان چھڑھے دینی مدارس میں ان کو اس طرح پڑھانا جس طرح کہ وہ ہمارے دوسرے تعلیمی اداروں میں پڑھائے جاتے ہیں خارج از بحث ہے ۔ لیکن ایک حد تک طلبہ کو ان سے روشناس کرانا بہت ضروری ہے ۔ ہمارے خیال میں دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں جدید علوم کی ایسی کتابیں بھی شامل ہونی چاہئیں جن کو پڑھنے کے بعد طالب علم اس علم کے مبادیات سے آشنا ہو جائے ۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ طالب علم عصری علوم سے بالکل بے بہرہ نہیں رہے گا اور جہاں ضرورت ہوگی اسلامی علوم کی روشنی میں ان علوم کا تنقیدی جائزہ لے کر ان کی خوبیوں اور خامیوں کو متعین طور پر سمجھ سکے گا ۔

دینی مدارس کی اسناد :

اگر دینی مدارس کے بورڈوں سے جاری کردہ فراغت کی اسناد یونیورسٹیوں

اور حکومت کے لئے قابل قبول ہو جائیں اور وہ انہیں ایم - اے کے برابر درجہ دے سکیں تو یہ ایک بہت اچھی بات ہوگی - کیونکہ دینی مدارس کے فارغ طلبہ در حقیقت دوہری قابلیت کے مالک ہوں گے۔ وہ ایک طرف دین کے سر چشمے سے فیضیاب ہو چکے ہوں گے۔ اور دوسری طرف ان کی نظر مروجہ علوم پر بھی ہوگی۔ اس بناء پر وہ ہر شعبہ میں خواہ وہ دنیوی ہو یا خالص دینی اپنے فرائض بہتر طور پر سر انجام دے سکیں گے - انہیں ایک امتیاز یہ بھی ہوگا کہ تلاش معاش کے لئے سر گرداں نہیں ہوں گے - بلکہ وہ اپنا رزق آزاد ذرائع معاش سے حاصل کر سکیں گے۔" حکومت کے ادارے یا قومی تنظیمیں ان کی خدمات سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو انہیں کسی سے پیچھے نہیں پائینگے -

خواتین کی دینی تعلیم :

ہمارے ملک میں چند ایسے مدارس ضرور ہیں جنہوں نے مردوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عورتوں کی دینی تعلیم کا انتظام بھی کیا ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ تعلیم بہت ادھوری ہے - اور اس میں دین سے بہت ہی مجمل سی واقفیت کے بعد امور خانہ داری کی تربیت پر زور صرف کیا جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ عورت کی سرگرمیوں کا دائرہ اس کا گھر ہی ہوتا ہے لیکن اس میں بھی کلام نہیں کہ آج کے دور میں مرد سے زیادہ عورت کو دین کا پابند بنانے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ایک عورت کے دین سے بے بہرہ ہو جانے کا نتیجہ دو نسلوں کے دین سے بے بہرہ ہونے کی صورت میں نکلتا ہے - اس لئے دینی مدارس قائم کرنے والی تنظیموں کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہئے اور کم از کم بڑے شہروں میں ایسے مدارس قائم کر دینا چاہئے جہاں خواتین باقاعدہ نصاب کی تعلیم مکمل کر سکیں - خواتین کی دینی تعلیم ایک بہت

بڑی ملی ضرورت ہے اور اسے نظر انداز نہیں کرنا چاہئیے ۔

حاصل کلام :

ہم نے سطور بالا میں دینی مدارس کی تنظیم اور ان کے نصاب تعلیم وغیرہ کے متعدد پہلوؤں کو سامنے رکھ کر جو مشورے پیش کئے ہیں ان کی بنیاد اس ایک آرزو پر ہے کہ دینی مدارس اس قدر منظم ہوجائیں اور ان کی کارکردگی اتنی اعلی ہوجائے کہ متمول اور خوش حال کنبوں کے بچے بھی ان میں داخلہ لینے کے خواهش مند نظر آئیں ۔ ان مدارس کے دروازوں پر بھی وهی بھیڑ بھاڑ دکھائی دے جو ملک کے مشہور پبلک اسکولوں میں داخلہ لینے کے لئے نظر آتی ہے ۔ اور ان مدارس کے فارغ التحصیل دوسرے تعلیم یافتہ لوگوں کے مقابلہ میں ''بقدر شانہ و سر،، نمایاں دکھائی دیں ۔